MONTHLY

ONLINE MAGAZINE & BOOKS

Bab e Dua

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی

بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

مدیرہ: دعا علی

شمارہ نمبر 62 اگست 2023

Facebook:Dua Ali Official

E-mail:duaali.poet@gmail.com

Website:www.duaalipoetry.com

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

مدیرہ: دعا علی

بابِ دعا میگزین میں شامل کسی بھی تحریر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

آن لائن کتابوں کی فہرست

فہرست

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح وقلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

اداریہ

محترم قارئین اگست کا مہینہ جہاں اس دفعہ آزادی اور خوشی کے پرچم میں لپٹا آچکا ہے وہیں پر جولائی کے مہینہ کا آخری ہفتہ غمِ حسینؓ اور بہتر جانثاروں کے بے گور کفن لاشوں کا دلخراش عکس دلوں پر منعکس کر گیا۔ مگر صبر حسینؓ یہ درس دے گیا کے جبر اور ظلم کے سامنے ڈٹ جانا ہی اصل جہاد ہے خوشی اور غم کے امتزاج ہے ایک ساتھ دل کی زمین کو جذباتی کیفیات سے آشنا کروادیا بلاشبہ معرکہ کربلا میں امام عالی مقام نے دین اسلام کی بقا کے لئے کنبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قربانی پیش کی جس کی مثال قیامت تک نہیں مل سکتی۔ ابھی محرم الحرام میں نواسہ رسول جگر گوشہ بتول شبیہ رسول کی سر نیزہ تلاوت، بیمار کربلا کی اسیری اور پاک بی بی زینب کی ردا کے غم میں بہنے والے آنسو تھمے ہی نہیں تھے کہ بہاولپور یونیورسٹی میں ہونے والے دلخراش واقعہ نے ہماری قومی غیرت کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ جنگل میں جب کسی ہرن کو گیدڑ مل کر دبوچنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس ہرن کی چیخ وپکار اصل میں کمزور ہونے کی علامت تو ضرور ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی مدد کا اشارہ بھی دے رہی ہوتی ہے ۔ گیدڑ مل کر ہلہ بولتے ہیں تو جس کے حصے میں جو آتا ہے وہ لے اڑتا ہے۔ ایسا ہی کچھ منظر جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں نظر آیا جب نام نہاد ناقدین، مصلحین قوم کے نونہالان اور بنتِ حوا کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی بجائے اپنی ہوس پرستی کا نشانہ بنانے لگے۔ چمنستان علم وادب کے اس گہوارے میں جس کا نام اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ہے اس کے نام نہاد اساتذہ اور طلباء کی سیکورٹی وحفاظت پر مامور بھیڑیوں کا روپ دھارے قوم کی معصوم اور بے بس بیٹیوں کو

زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کی بجائے چاروں طرف سے نوچنا شروع کر دیا۔ معاشرے کی بے حسی اور کم ظرفی کی مثال اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ اس واقعہ کے منظر عام پر آنے کے بعد عوام الناس، معصوم طالبات کے والدین اور غیور میڈیا کا اس قبیح فعل پر نوحہ کناں ہونے کے باوجود بھی بااثر ملزمان کی مدد کے لیے اور انہیں سزا سے بچانے کے لیے نہ صرف علاقائی سیاستدان، اعلیٰ افسران کوشاں ہیں بلکہ صاحبِ اقتدار اور صاحبِ اختیار حکومتی مشینری بھی قصورواروں کو بچانے کے لیے اپنا پورا اثر ورسوخ استعمال میں لا رہی ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ مخلوط تعلیم کے حامل ادارے میں اتنا منظم گروہ کئی سالوں سے اس مکروہ دھندے میں ملوث رہا پانچ چھ ہزار سے زائد بنتِ حوا کی نازیبا ویڈیو اور تصاویر بنائی گئیں لڑکیوں کو بلیک میل کر کے فیل پاس کا لالچ دے کر بہلا پھسلا کر اپنے دام میں پھنسایا گیا اور پھر درندوں کی طرح نوچا گیا، عزت کو تار تار کیا گیا وہ بھی مادرِ علمی جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور جیسے ادارے میں اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ممکن ہی نہیں کہ اکیڈمک اور انتظامی عملہ اس مکروہ دھندے سے بے خبر ہو یہ کسی بھی طرح مہذب معاشرے کا عمل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے؟

اخلاقی گراوٹ کا سانپ جس تیزی سے اس معاشرے کی گردن کے گرد لپٹ رہا ہے گمان یہی گزرتا ہے کہ ایمان، کردار اور غیرت وہمیت کی حادثاتی موت اسی طرح دم گھٹنے سے واقع ہو جائے گی وہ ایمان اور کردار جو ایک اسلامی معاشرے کی پہچان ہوتا ہے۔ اخلاقی موت کا ماتم اس لیے بھی جائز ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس قبیح فعل کو انجام دیا اس میں حصہ لیا معاونت کی اور وہ جو حقائق سے روشناس ہونے کے باوجود ان بدطینتت ملزمان کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا

رہے ہیں ان میں سے بیشتر وہ ہیں جنہوں نے ایسے واقعات کو روکنے اور اور قانون کی پاسداری اور عملداری کا زمہ لیا ہوا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو محسوس ہو گا کہ معاشرے کے افراد ایک ٹرانس سے گزر رہے ہیں جس میں غیر محسوس طریقے سے اخلاقیات کا قتلِ عام بھی کیا جاتا ہے اور کہیں پر اس کا جنازہ پڑھانے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اگر تربیتی ادارے اپنے کردار سے غافل رہے تو تہذیبوں کی جنگ میں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ یونیورسٹی کی کاغذی ڈگری تن کا لباس تلاش کرتی رہے۔ کسی نے سوچا ہے کہ جس ادارے نے بچیوں کی تربیت کرنا تھی اسلامی تہذیب و روایات سے روشناس کروانا تھا وہ زیورِ تعلیم کی بجائے کس طرح کی ڈگریوں سے حوا کی بیٹیوں کو نواز رہے ہیں۔ یاد رکھیں جہاں انصاف کے پہرے دار اندھے اور بہرے ہوں اربابِ اختیار کی غیرت سوئی رہے وہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ عذاب الٰہی ان کا نام و نشان تک ختم کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ میری دعا ہے کے اللہ کریم مادر وطن کی بیٹیوں کو ہمیشہ اپنی امان میں رکھے اور ان کی عصمت و عفت کی حفاظت فرمائے آمین یارب العالمین الٰہی آمین ثم آمین

آپ کی دعاؤں کی طالب

دعا علی

سلام (نرگس رضا)

سجدوں کو باکمال کیا شاہِ دین نے
باطل کو پائمال کیا شاہِ دین نے

رستے میں جو گری تھی سکینہ بصد فغاں
اس پر بہت ملال کیا شاہِ دین نے

مطفلی کا وعدہ پورا ادا کر چلے حسین
نانا کو یوں نہال کیا شاہِ دین نے

زینب کی دی ردا تو سکینہ کے دُر دیے
دیں کو یوں لازوال کیا شاہِ دین نے

اکبر کے خوں سے اور کبھی اصغر کے خون سے
کرب و بلا کو لال کیا شاہِ دین نے

فرشِ عزا پہ اپنی ہی بخشش کے واسطے
نرگس کو پُر ملال کیا شاہِ دین نے

☆☆☆

نظم (انجم جاوید)

رات بارش یہ کہتی گذری ہے
سرد موسم کی پہلی بارش ہوں
کچھ پہاڑوں پہ آپڑی ہے برف
چل رہی ہیں خنک ہوائیں بھی
اس قدر پر سکون موسم میں
کافی ہیٹر رضائی مونگ پھلی

ہر سہولت تمہیں میسر ہے
پر یہ صاحب جمالیات نہیں
بند کمرے میں قید ہونے سے
حسنِ فطرت نظر نہیں آتا

☆☆☆

غزل (عزیز عادل)

تیری آنکھوں میں نمایاں جو اثر ہے عادل
درد وجدان کی دیوار میں در ہے عادل
اک نگر ہے پسِ امکان سہارے کا نگر
اک نظارا ابھی امید کے سر ہے عادل
رتجگا آنکھ کی دہلیز میں آ بیٹھا ہے
یعنی اک خوف کہ سرگرمِ سفر ہے عادل

پہلے ملتا تھا یہاں پھر بھی تسلی کو سکون
اب تو بس شہر میں ہنگامۂ شر ہے عادل
زندگی کرب کی دہلیز سے اٹھی ہے عزیز
یہ بتاؤ تجھے کس بات کا ڈر ہے عادل؟
اس قدر حبس کہ بے حال ہوا ہے ماحول
اپنے باہر کی تجھے کچھ بھی خبر ہے عادل؟

☆☆☆

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

جشنِ آزادی مبارک (سردار محمد شمیم)

ہر اک اہلِ وطن کو ہو
مبارک یومِ آزادی مبارک ہو
کہ ہم آزاد ہیں اُس عہدِ ظلمت سے
جہاں صبح ومسا
دیوار و در سے خون رِستا تھا
کسی آسیب کی صورت
دِلوں میں خوف بستا تھا
بقائے باہمی کی آرزو طوقِ گُلو بن کر
ہمیں راہِ غلامی پر سدا مجبور رکھتی تھی
فضاؤں میں جفا و جبر کا اک دور درہ تھا
جہاں اغیار کے دستِ جفا کا زور چلتا تھا

مبارک ہو
خلاصی قوم کو اُس جبر کی رُت سے
جہاں حق بات کا اظہار اقدامِ بغاوت تھا
نتیجہ جُرّاَتِ انکار کا لازم شہادت تھا
مبارک ہو
کہ ہم مالک ہوئے آزاد سانسوں کے
و لیکن میرے ہموطنو!
یہی آزادیءِ دوراں ہمیں پابند کرتی ہے
کہ ہم اپنی نئی منزل کی خاطر
اِک نیا زادِ سفر باندھیں
تو آؤ عہد کرتے ہیں

کہ ہم بیڑا اٹھائیں گے، بہم تعمیرِ مِلّت کا
سبق ازبر کریں گے ہم
محبت کا، مودّت کا، مروّت کا، اخُوّت کا
بھلے آزاد ہیں، لیکن!
ہمیں پابند رہنا ہے
شرافت کا، صداقت کا
امانت کا، دیانت کا
یہی اک رسمِ پابندی ہمیں آزاد رکھے گی
بصد اخلاص ہو سب کو
مبارک جشنِ آزادی

☆☆☆

غزل (دعا علی)

محبتوں میں مجھے مشت بھر کمائی تو دے

بنے کٹھور نہ وہ، دل تلک رسائی تو دے

میں تجھ کو روح کی گہرائی میں اتاروں گی

یہ میرا کرب تری آنکھ میں دکھائی تو دے

طلسمی جال میں یادوں کے تجھ کو قید کروں

تو میرے ذہن کے دریا کو رونمائی تو دے

تو شب ڈھلے مرے دل پر اترتی آیت ہے

ترے نزول کی آہٹ مجھے سنائی تو دے

میں اک چنار کے سائے میں ایستادہ کلی

صبا کسی کے لیے مجھ کو خوش نمائی تو دے

دعا ہے اس کی اذیت رسانی مجھ کو قبول

وہ اپنے لمس کی ٹھنڈک سے آشنائی تو دے

☆☆☆

نظم (زین العابدین مخلص)

خدا کی خاص رحمت ہے
ہمیں تم سے محبت ہے
زمیں یہ جان سے پیاری
بجالائیں گے دلداری
ہماری جان کی قیمت
تمہارے نام سے الفت
سدا دھرتی رہے آباد
نہ ہو اس سا کوئی نایاب
کسی کی ہمتوں کی داد
کسی کے واسطے آباد

کسی کا خواب تھا پیارا
حقیقت بن گیا سارا
دلدر دور ہیں اب کے
عدو مجبور ہیں اب کے
مصیبت ٹل چکی ہے نا
جزا اب مل چکی ہے نا
ہے آزادی کا جو یہ دن
نہ تھا ممکن تمہارے بن

☆☆☆

غزل (آفتاب شاہ)

شجر سوکھے تو موسم کو کبھی گالی نہیں دیتا
ہرے پتوں کو جیسے زندگی مالی نہیں دیتا

کمینہ زندگی میں بات اچھی کر نہیں سکتا
اندھیرے کو خدا جیسے کبھی لالی نہیں دیتا

خدا دیتا نہیں ہے دل کسی کو بھی کبھی کالا
زباں تو وہ کسی کو بھی کبھی کالی نہیں دیتا

بھکاری کا سخاوت سے کبھی رشتہ نہیں بنتا
بھرا ہو پیٹ بھی اس کا تو وہ تھالی نہیں دیتا

جنازے پر بھی پھیلا ہاتھ جیبوں تک ہی جاتا ہے
یہ مُلا ہے دعا بھی تو کبھی خالی نہیں دیتا

شکن ہی داد ہے اس کی تکبر ہی نشانی ہے
بڑا شاعر ہے ہاتھوں کی کبھی تالی نہیں دیتا

زرا سا سوچ کر لینا ہے اس میں سانپ کی فطرت
منافق تو منافق ہے وہ دل خالی نہیں دیتا

شجر کو بانٹ لیتے ہیں پرندے پیار سے لیکن
عجب انسان ہے انساں کو ہی ڈالی نہیں دیتا

☆☆☆

ماہنامہ
آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

غزل (امین اوڈیرائی)

آنکھوں کو اپنی بھینٹ چڑھانے کے باوجود
کیوں تیرگی ہے دل کو جلانے کے باوجود

پیروں کے اضطراب کا قصہ نہ پوچھیے
کچھ لوگ در بدر ہیں ٹھکانے کے باوجود

رشتہ مرا فرات سے کچھ ایسا جڑ گیا
بجھتی نہیں ہے پیاس بجھانے کے باوجود

یہ زندگی عجب ہے کہ اس کا تمام عمر
اُٹھتا نہیں ہے بوجھ اُٹھانے کے باوجود

تیرے تمام حرف مرے دل پہ نقش ہیں
سارے خطوں کو آگ لگانے کے باوجود

دو لفظ میرے حق میں کسی نے نہیں کہے
گونگے تھے لوگ باتیں بنانے کے باوجود

بنیاد میں تھا خونِ جگر اس لیے امین
اب تک کھڑا ہوا ہوں میں ڈھانے کے باوجود

☆☆☆

غزل (میم عین لاڈلہ)

سب سے ملتا مزاج تھوڑی ہے
پہلے جیسا سماج تھوڑی ہے

آج بھی شرم ہم کو ہے آتی
ان کو آتا بھی لاج تھوڑی ہے

چھوڑ کر ہم وطن کو جائیں کیوں
باپ کا تیرے راج تھوڑی ہے

پہلے جیسی نہیں رہی برکت
گھر میں رہتا اناج تھوڑی ہے

دور ہوتا نہیں دواؤں سے
شک کا ہوتا علاج تھوڑی ہے

حکم تو باپ پر چلائے گا
تو ہے بیٹا وراج تھوڑی ہے

لاڈلہ سب مگن ہے مستی میں
کوئی سنتا بھی آج تھوڑی ہے

☆☆☆

غزل (ثاقب تبسم ثاقب)

دشمنوں کو دی جانکاری ہماری
پھر نظر بھی سب نے اتاری ہماری

آج کل ہم ہیں آسماں کی نظر میں
آج کل قسمت ہے شکاری ہماری

زیست کا اک پل بھی ہمارا نہیں تھا
زندگی اوروں نے گزاری ہماری

ہم اُسے ہی الزام دیتے رہے تھے
اب اُسے ہی قسمت پکاری ہماری

ہم دکھا سکتے ہیں کوئی بھی تماشا
اک مداری کی ہے پٹاری ہماری

ہجرتوں کے بے پایاں دکھ کی تڑپ تھی
کی پرندوں نے غم گساری ہماری

☆☆☆

غزل (طارق تاسی)

ناچتا گلیوں میں ڈر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے
رات کے پچھلے پہر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے

وقت ہاتھوں سے نکلتا جا رہا ہے دم بدم
گردشِ شام و سحر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے

مفلسوں کی خواہشوں کے خشک پتے اڑ گئے
یہ ہوائے سیم و زر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے

کیوں دکھائی دے نہیں پائیں مری بربادیاں
جنکا دعوی ہے نظر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے

ضعف ایسا جو قدم اٹھنے نہیں دیتا مرے
اور میرا ہمسفر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے

سامنے تاسی کے ہیں گرچہ فنا کی منزلیں
دیکھئے یہ بے خبر پہلے سے بھی کچھ تیز ہے

☆☆☆

غزل (بلال سرور)

قتلِ مہر و وفا نہیں کرتا
جرم ورنہ میں کیا نہیں کرتا

نہ میں درویش ہوں نہ صوفی ہوں
میں کسی کا بھلا نہیں کرتا

جس کی جڑ میں لہو لگے پیہم
وہ شجر تو پھلا نہیں کرتا

عشق جب ہوش چھین لیتا ہے
موت سے دل ڈرا نہیں کرتا

وہ مسیحا تمام عالم کا
میرے غم کی دوا نہیں کرتا

آدمی تو خطا کا پتلا ہے
نور ہے جو خطا نہیں کرتا

اس کا دستِ نواز و دستِ کرم
کچھ ہمیں کیوں عطا نہیں کرتا

عشق سب پر عیاں نہیں ہوتا
بھید سب پر کھلا نہیں کرتا

پہلے پہلے سبھی سے کرتا تھا
اب کسی سے گلہ نہیں کرتا

☆☆☆

غزل (سید نوید جعفری)

ڈوب کر غم سے جو ابھرتا ہے

ساری دنیا کو زیر کرتا ہے

رات بھر کون آہ بھرتا ہے

لو محبت سے دل مکرتا ہے

مجھکو رہنے دے اب کناروں میں

چڑھتا دریا کہاں اترتا ہے

جس کے قدموں میں ساری دنیا تھی

تیرے قدموں میں اب وہ مرتا ہے

سامنا ہو گیا ہے پھر اس کا

دل کا شیرازہ پھر بکھرتا ہے

رات بارش رہے جو اشکوں کی

دن کا موسم بہت نکھرتا ہے

کس زمانے کی بات کرتے ہو

کیا وفا آج کوئی کرتا ہے

میں پہاڑوں میں بہہ رہا ہوں نوید

یوں کڑا وقت بھی گزرتا ہے

☆☆☆

غزل (حبیب الرحمٰن حبیب

مے پیالوں میں جب نہیں جاتی
بے بسی تشنہ لب نہیں جاتی

یہ عجب دکھ ہے دل کی بستی کا
دن بھی نکلے تو شب نہیں جاتی

میں نے لفظوں سے بت تراشے ہیں
پھر بھی تیری طلب نہیں جاتی

میں سمجھتا ہوں دکھ اندھیروں کے
میری قسمت سے شب نہیں جاتی

وقت آنکھوں سے چھین لیتا ہے
روشنی بے سبب نہیں جاتی

کیا کروں اس کے آستانے تک
لو عقیدت کی اب نہیں جاتی

کیوں یہ خواہش حبیب جینے کی
غم کے ملبے میں دب نہیں جاتی

☆☆☆

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

غزل (محمد فاروق خان جرال)

پہلے کرتے تھے لب و کاکل و رخسار کی بات
اب جواں کرتے ہیں ماحول کی اشجار کی بات

ہم پڑوسی سے بھی کہتے ہیں کہ آؤ مل کر
نفرتیں ختم کریں اور کریں پیار کی بات

منہ سے نکلے تو بہت دور تلک جاتی ہے
اس لیے غیر سے کرتے نہیں دلدار کی بات

اپنی سوچوں کا تو محور ہے وہی ایک ہی شخص
اس کے ہونٹوں پہ فقط دشمن و اغیار کی بات

اس کی فاروق بھلا کیوں نہ کریں ہم توصیف
رب بھی قرآن میں کرتا ہے اسی یار کی بات

☆☆☆

غزل (نیّر صِدّیقی)

دل غم سے ہے سُلگا ہوا ہونٹوں پہ ہنسی ہے
ہم حوصلہ مندوں کی عجب زندہ دلی ہے

کشکول ہے ہاتھوں میں نہ آنکھوں میں نمی ہے
مُفلس سہی وہ شخص مگر دل دھنی ہے

لب ہیں کہ کوئی موجِ تبّسم کی سبیلیں
زلفیں ہیں کہ گھنگھور گھٹا جھوم رہی ہے

خوشیوں سے بھی محروم ہے خوشیوں کا زمانہ
لگتا ہے کہ دُنیا میں کسی شے کی کمی ہے

باتیں تو سبھی کرتے ہیں بالغ نظری کی
لوگوں میں مگر حد سے سوا کم نظری ہے

احساس کے گھیراؤ سے باہر نہیں کوئی
ہر پاؤں میں حالات کی زنجیر پڑی ہے

نیّر یہ سمندر کو عطا کرتی ہے وسعت
کس درجہ سخی گاؤں کی چھوٹی سی ندی ہے

☆☆☆

غزل (شگفتہ نعیم ہاشمی)

عشق صیاد سے جب ہو تو تڑپنا ہے غلط
اے اسیرانِ وفا خود سے الجھنا ہے غلط

جو محبت میں کرے شرک، سزا دو اس کو
ایسے کافر سے رعایت بھی برتنا ہے غلط

غم کشیدیں تو کوئی شعر عطا ہوتا ہے
اس خداداد ریاضت کو پرکھنا ہے غلط

غیر سے رنج ملے جب تو بتاتے تھے تجھے
غم ہے جب تیری عطا تجھ دے جھڑپنا ہے غلط

کیوں سر بزم چراتے ہو نگاہیں ہم سے
چاہنے والوں کا یوں ہاتھ جھٹکنا ہے غلط

بات جھوٹی ہو تو پھر چون و چرا بنتی ہے
بات سچ ہو تو رہے یاد مکرنا ہے غلط

عشق ہم سے بھی ہے، غیروں سے بھی ہے عہدِ وفا
عشق کی آڑ میں ہر سمت بھٹکنا ہے غلط

☆☆☆

غزل (فرزانہ ساجد)

دل سے دھڑکن کو جدا رہنے دے
چارہ گر آج دوا رہنے دے

کام مشکل ہے، نہ ہو گا تجھ سے
تو وفاؤں کا صلہ رہنے دے

ڈوب جانے دے سفینہ میرا
تو میرے حق میں دعا رہنے دے

کتنی مایوس ہیں آنکھیں، یوں کر
آج دروازہ کھلا رہنے دے

زندگی ایسے گزاری ہے کہ اب
میرے مولا تو سزا رہنے دے

پھونک ڈالے نہ یہ ساری دنیا
ضبط کا شعلہ دبا رہنے دے

ہم بھی اب ہاتھ بڑھا دیتے ہیں
تو بھی اے یار انا رہنے دے

☆☆☆

غزل (نصرت یاب خان نصرت)

ذرا سی حماقت میں مارا گیا
میں اعلانِ الفت میں مارا گیا

وہ ہرگز بھی دھوکا نہ کھاتا مگر
وہ ظالم مروّت میں مارا گیا

سبھی شوق سے سن رہے تھے جسے
وہ قصہ طوالت میں مارا گیا

کٹہرے میں دل کے تھا دل اور ایک
وہ دل کی عدالت میں مارا گیا

پرندہ بدوشِ ہوائے شرر
کسی کی شرارت میں مارا گیا

کسی سے بھی اس کی نہ تھی دشمی
وہ میری حمایت میں مارا گیا

جہاں تک تعلق ہے دل کا سنو
بچارہ یہ عجلت میں مارا گیا

بلا کا شناور تھا نصرت مگر
وہ زعمِ مہارت میں مارا گیا

☆☆☆

غزل (طاہر حنفی)

پاگل سی ہو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں
کیوں جانے رو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

سوچا ہے تجھ کو شب بھر، جاگی ہیں رات ساری
اب تھک کے سو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

خوابوں کا اب کہاں پر، جانے شجر اگے گا
کچھ بیج بو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

دل میں اذیتوں کے مٹنے کو ہیں نشاں اب
کچھ نقش دھو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

لیکن ترا تصور خود میں بسا کے رکھا
برباد گو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

شاید کہ زندگی کا بجھنے کو ہے دیا پھر
لو دے یہ جو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

اشکوں کے نام پر اب تسبیح کے ہیں دانے
موتی پرو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

پہچانتی نہیں ہیں، سو اب کسی کا چہرہ
انجان جو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

طاہر پہ عکس ان کا تجسیم کب ہوا ہے؟
ویران تو رہی ہیں، خانہ بدوش آنکھیں

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر نزہت عباسی)

بہت چاند سورج ستارے ہوئے
مگر ہم اندھیروں کے مارے ہوئے

یہ چہرہ یہ گیسو چمکتے رہیں
ہمیشہ غموں سے سنوارے ہوئے

یہ آنکھوں میں اترے ہوئے رتجگے
تری قربتوں کے شمارے ہوئے

تمنا کے ساحل پہ بکھرے گوہر
تمھارے ہوئے نہ ہمارے ہوئے

فقط دلبروں نے ہی سمجھا انہیں
محبت کے جو بھی اشارے ہوئے

کبھی وہ دوبارہ بسیں گے کہیں
دلوں سے نظر سے اتارے ہوئے

بدلتا نہیں ہے نصابِ وفا
خسارے ہوئے تھے خسارے ہوئے

یہ جنت یہ دوزخ کہاں جائیں ہم
عذابِ جہاں سے گزارے ہوئے

☆☆☆

غزل (مدثر اشتیاق)

چاہت کسی کی کیوں بے تحاشا کرے کوئی
کیوں دل کو وحشتوں سے شناسا کرے کوئی

دیتے ہیں لوگ دھوکا محبت کے نام پر
سارے دعا کرو کہ نہ ایسا کرے کوئی

سرِعام ہی ضمیر جو بکنے لگے ہیں اب
آئے مرے ضمیر کا سودا کرے کوئی

بدنام ہو گیا ہوں مجھے نام مل گیا
اس طرح سے کسی کو نہ رسوا کرے کوئی

اوراق زندگی کے ہیں اسباق زندگی
تفصیل سے ہوں میرا خلاصہ کرے کوئی

میں بھی ہوا ہوں درد کی لذت سے آشنا
اب میرے درد میں بھی اضافہ کرے کوئی

جب رکھ لیا ہے اپنے مدثر حصار میں
اب اور کسی پے کیسے بھروسا کرے کوئی

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر طاہر حمید سحر)

میں ہی اس کا ہو نہ سکا
اور وہ مجھ کو کھو نہ سکا
اس کی آنکھیں بھیگی بھیگی
میں ہی پلکیں بھگو نہ سکا
ساری عمر وہ جلتا رہا
پھر بھی اجالا ہو نہ سکا
چاند فلک پہ ہنستا تھا
ساری رات میں سو نہ سکا
برسوں تک رویا ہوں لیکن
داغ جدائی دھو نہ سکا
کوشش بہت ہی کی لیکن
سحر تو اس کا ہو نہ سکا

☆☆☆

غزل (عابد علیم سہو)

یوں نہ آنکھوں میں ڈال آنکھیں
بن نہ جائیں وبال آنکھیں

تیری آنکھوں پہ مرمٹا ہوں
کر گئیں ہیں کمال آنکھیں

یاد کرتا ہوں جب بھی تم کو
ڈالتی ہیں دھمال آنکھیں

میں خزاں ہوں بہار بن کر
میری جانب بھی ڈال آنکھیں

تو دکھائی نہیں دیا تو
پھینک دوں گا نکال آنکھیں

اس کی الفت میں کیا ملا ہے
پوچھتی ہیں سوال آنکھیں

☆☆☆

ماہنامہ
آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

نظم (اکمل شاکر)

تمہارے کاغذی ہونٹوں کے اوپر
برف جمتی ہے
گلابی جسم اور مخمور سی آنکھیں
خود اپنے دام بکنے کے لئے تیار ہو کر
اشتہار زندگی کی اس نمائش گاہ میں آتی ہیں
اور آکر مسکراتی ہیں
دماغ المیہ میں سو صدی کی
ایک فائنل انگلیوں
کے درمیاں رہ کر

خیالی خواہشوں کے مول بکتی ہے
جہاں صدیاں
خوشی کے آخری سورج کو لے ڈوبیں
وہاں دنیا کا پردہ اٹھ ہی جاتا ہے
ہم عریاں جسم کی خاطر درختوں سے
لپٹ کر خوب روتے ہیں

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر احمد ندیم رفیع)

دھنک کے رنگ فضا میں سجا رہی ہے ہوا
کہ تیرا عکس اُفق پر بنا رہی ہے ہوا

بکھرتی دُھول نے دھندلا دیے کئی چہرے
ترے نقوش بھی دل سے مٹا رہی ہے ہوا

مرے دریچے میں تُو جو چراغ چھوڑ گیا
پلٹ کے دیکھ کہ اس کو بجھا رہی ہے ہوا

تمھارے ہاتھ کو جنبش کہیں ہوئی ہو گی
کہ ہولے ہولے مجھے تھپتھپا رہی ہے ہوا

تمہاری پلکوں پہ جمنے لگی ہے گرد کی تہہ
بنا کے خاک مرا دل اڑا رہی ہے ہوا

تعلّقات کے محبس میں قید ہوں ورنہ
میں جانتا ہوں کہ باہر بلا رہی ہے ہوا

کھڑا ہوں محوِ تحیر حصارِ خوشبو میں
ترا وجود مرے پاس لا رہی ہے ہوا

حریمِ یار میں آرام کے بہانے سے
شبِ وصال کی خوشبُو چُرا رہی ہے ہوا

کسی جگہ تُو یقیناً برہنہ پا ہو گا
جو رہگزار میں پتّے بچھا رہی ہے ہوا

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر پونم نورین گوندھل)

ندی کنارے بیٹھے ہیں

بے سہارے بیٹھے ہیں

بکھری اپنی زلفوں کو

ہم سنوارے بیٹھے ہیں

آپ کے پیار میں مانو جاناں

ہر شے وارے بیٹھے ہیں

آنکھیں کر بیٹھے ہیں دان

نین بھی ہارے بیٹھے ہیں

آپ کو مبارک زیست رفیقو

ہم تو گزارے بیٹھے ہیں

اب پھولوں کے بیچ بھی پونم

غم کو پکارے بیٹھے ہیں

☆☆☆

غزل (روشن ضمیر)

ابتدا تا انتہا ہے
عشق ہی کا سلسلہ ہے

نحنُ اقرب سے پتا ہے
وہ مکینِ دل رہا ہے

دار پر ہے اُس کی گردن
عشق میں جو باؤلا ہے

ایک ہی دھن ساز دل میں
بج رہا تھا، بج رہا ہے

بولتا سب کچھ ہے پارہ
روبرو جب آئینہ ہے

عشق ہستی عشق مستی
عشق کا مطلب خدا ہے

جس طرف دیکھا تمہیں ہو
عشق دل کا معاملہ ہے

عشق کی معراج ہے جو
کربلا ہے کربلا ہے

یہ ضمیرِ بے نوا بھی
آپ ہی کا ہو گیا ہے

☆☆☆

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

غزل (نجمہ محبوب)

غفلت کو اس نے جب سے وطیرہ بنا لیا
میں نے بھی شاعری کو وسیلہ بنا لیا

خوشیاں ہمارے بخت میں لکّھی ہوئی نہ تھیں
جو غم ملا اُسی کو نصیبہ بنا لیا

پھر زندگی سے کوئی شکایت نہیں رہی
صبر و رضا کو جب سے طریقہ بنا لیا

تنہا سمجھ نہ مجھ کو کہ اہلِ سخن کیساتھ
میں نے بھی آج اپنا قبیلہ بنا لیا

خوشبو بنی ہوا کی ہوئی ہمنشین میں
تجھ تک رسائی کا یہ ذریعہ بنا لیا

یہ میرا ظرفِ عشق کہ تیری ہوں آج تک
تُونے تو چھوڑ دینے کا حیلہ بنا لیا

نجمہ مجھے خدا کے کرم پر یقین تھا
مٹی سے میں نے ایک گھروندہ بنا لیا

☆☆☆

غزل (احمد یار جمالی)

دل جلا کر گیا تو گیا اب کہاں
اب نہیں لگ رہا دل مرا اِس جہاں

بِن تِرے اب سکوں آئے گا کب مجھے
اب تِرا غم مجھے لے چلا ہے کہاں

دل لگا کر بتا مل گیا اب سکوں
کب رہا باوفا رہ گیا بس گُماں

کب سدا رہ سکا وہ مِرا دل رُبا
کر گیا وہ مِرا اِک نیا سا زیاں

بُجھ رہا ہے دِیا اے مِرے ہم نوا
سُن صدا اب مِری آئے گا کب یہاں

ساتھ تیرے جمالی سلامت رہیں
میری یہ عاجزی میرا نام و نِشاں

☆☆☆

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

غزل (اظفر کاشف پوکھریروی)

ساون میں آسمان سے غائب ہیں بدلیاں
پت جھڑ ہے گلستاں میں پریشان ہیں تتلیاں

لاکھوں بجھے چراغ نشیمن اجڑ گئے
گرتی ہیں کتنے برسوں سے وادی پہ بجلیاں

بے بس ہے قوم ایسی کی کیسی مثال دوں
پانی بغیر جیسے تڑپتی ہوں مچھلیاں

غربت نے ایسا بھائی کو بدحال کردیا
بکنے لگی ہیں بہنوں کے کانوں کی بالیاں

کرتا ہے شب و روز یہ مذہب کی سیاست
پیر و جوان دیتے ہیں مودی کو گالیاں

کاشف خدا بچائے مجھے ایسے وقت سے
دیکھوں نہ تا حیات کبھی رنگ لالیاں

☆☆☆

مدیرہ: دعا علی

شمارہ نمبر 62

اگست 2023

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی

بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

غزل (کنزا مخدوم)

زندگی میں میسر سکوں ہو جائے

اپنی باہوں میں مجھ کو بھرا کیجئے

مشورہ تو ہمارا لیا کیجئے — رونقِ زیست بھاتی نہیں ہے مجھے

عشق کی آگ میں نا جلا کیجئے — آپ میرے لیے بھی دعا کیجئے

اپنا دل بھی کبھی تو دیا کیجئے — آپ سے ہی اُمیدِ وفا ہے مجھے

اب سرِ عام مجھ سے ملا کیجئے — نفرتوں کو بھلا کر وفا کیجئے

اپنے پن کا یقیں تو دلائیں مجھے — والہانہ محبت تھکا دیتی ہے

اپنے ہونٹوں سے مجھ کو چھوا کیجئے — آپ خود سے نہ مجھ کو جدا کیجئے

☆☆☆

غزل (زرقا فاطمہ)

تیرے بغیر مجھے زندگی بھی راس نہیں
تیرے بغیر میرے سارے سفر بے معانی

جاتے جاتے وہ ایک پل کو رکا
ربط گہرے تھے کچھ بہت یعنی

یاد کی شمعیں جھلملاتی رہیں
آنکھ میں پھیلتے رہے پانی

پھر سے سرما کی شام اتری ہے
پھر سے مہکے ہے رات کی رانی

ہزار بار کہا اب اسے بھلا بھی دو
ہزار بار میرے دل نے ایک نہ مانی

☆☆☆

غزل (اکرم عزم)

خامشی کی یہ چند گھڑیاں حسین نغمے تراشتی ہیں
دلوں کی تاریں نہیں شکستہ بس ایک مضراب مانگتی ہیں

چھپ گیا آج جا کے سورج چاند بھی گہنا گیا ہے
تیری چاہت کی مشعلیں ہی اب اپنا آنگن اجالتی ہیں

مسیحا اپنا کسے بنائیں کسے سنائیں ہم اپنی بپتا
وہ یادیں جن کو مسیحا سمجھا وہ دل جلانا بھی جانتی ہیں

میرے لفظوں کو سر بنا کر جو تو نے نغموں سی باتیں کی تھیں
اب وہی باتیں روٹھنے والے میری سوچیں سنوارتی ہیں

غبار دل کا نکال لیتے تھے سوکھے پتوں سے بات کر کے
چھوٹ جائے گا یہ سہارا بہاریں پھر آنا چاہتی ہیں

شوق آوارگی تھا اتنا کہ راستے سب پکارتے تھے
لیکن اب صرف تیری گلیاں عمر ہی میری مانگتی ہیں

ہجر کا اک لمحہ عزم ہم تو شمار ہی کر نا پائے اب تک
وہ راتیں جن کے ہیں موڑ صدیاں وہ راتیں پھر کیوں پکارتی ہیں

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر محمد الیاس عاجز)

میں دیکھتا ہوں خواب کی تعبیر وغیرہ
کرتا نہیں ہے کوئی بھی تدبیر وغیرہ

پیہم نہ کٹے تھوڑی تھوڑی روز اگر تو
کٹتی نہیں ہے پاؤں کی زنجیر وغیرہ

اُس چشمِ فُسوں کار نے دل زخمی کیا ہے
جتنا کہ نہیں کرتا کوئی تیر وغیرہ

پسماندگانِ عشق کا جب ذکر چلا تو
یاد آئے مجھے درد و ناصر میر وغیرہ

اک چلہ کاٹا عشق کا تو پیچھے پھرتے ہیں
درویش، سادھو، سنت کیا؟ سب پیر وغیرہ

قسمت ہے میاں کارِ مشقت سے ہی مشروط
مومن کے لیے کچھ نہیں تقدیر وغیرہ

قرطاس و قلم چھین لیا وقت نے عاجز
اپنی تھی فقط ایک ہی جاگیر وغیرہ

☆☆☆

غزل (ارشد علی مضطر)

عشق کی اِس قید سے کون اب آزاد ہو

خامشی اور صبر سے عمر بھر برباد ہو

ہو دسمبر جانِ جاں بارشیں ہوں وصل کی

اور گرم اک شال میں پیار کی رُوداد ہو

خط جلا کر سب تِرے بیٹھ کر تنہائی میں

اشک آنکھوں میں لئے رب سے بس فریاد ہو

کیسے میں بھولوں اُسے دے تَسلّی مجھ کو کون

کس طرَح آئے سکوں میری کچھ امداد ہو

حال اَبتر ہیں مرے بال بھی بِکھرے ہوئے

بھول بیٹھا ہوں جہاں، تم ہی اَزبر یاد ہو

مِل نہیں سکتے کبھی چھوڑ بھی سکتے نہیں

کَشمکش میں ہوں خدا ! کوئی رَہ ایجاد ہو

شعرِ مضطر پر بھلا یوں سرِ بازار ہی

تبصرہ کرتے ہو کیوں، تم کوئی نَقّاد ہو؟

☆☆☆

غزل (اعظم سہیل ہارون)

کہہ دیا انتظار کے قابل

کچھ نہیں اختیار کے قابل

ساری دنیائے رنگ و بو دیکھی

اپنی مٹی ہے پیار کے قابل

دیکھ کر فیصلہ کیا جائے

کون ہیں اقتدار کے قابل

تم جو آؤ ، خزاں رسیدہ دل

ہو ہی جائے بہار کے قابل

تم نئی چال کس لیے چلتے

خود ہی ٹھہرا میں ہار کے قابل

پھوڑ ڈالا ہے اپنی آنکھوں کو

اب نہیں یہ خمار کے قابل

اس جہانِ خراب میں اعظم

کون ہے اعتبار کے قابل؟

☆☆☆

غزل (ممتاز ملک)

یہ جو (پندونصاح) کا بوجھ مجھ پر لاد دیتے ہو
(کیئے) ہو پاؤں من بھر کے سفر برباد دیتے ہو
تمہاری بیڑیاں گھس کر کہیں ہلکی نہ ہو جائیں
کبھی ہم بھاگ پائے جب دل ناشاد دیتے ہو
سسکتے خواب ہنستے ہیں میرے انجام کو دیکھے
جڑوں سے بیوفائی کی ہمیں فریاد دیتے ہو

ہمیں معلوم ہوتا قید ہی اپنی حفاظت ہے
تو سیر (حاصل) ہمیں ہوتی جواب پر ساد دیتے ہو
پتہ رستے کا ہی اصلی کہانی کار ہوتا ہے
یہ پہلے مل چکا ہوتا جو آ کر بعد دیتے ہو
بھنور ممتاز میری تاک میں میرے جنم سے ہے
میرے کردار کی ہر دم مجھے بس یاد دیتے ہو

☆☆☆

ماہنامہ
بابِ دعا
آن لائن میگزین اینڈ بکس
علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے
شمارہ نمبر 62
اگست 2023
مدیرہ: دعا علی

غزل (یاسر نعیم)

وہ تذبذب میں کیوں کھڑا ہے اب
میرے قد سے بھی جو بڑا ہے اب

میں تو اس کی کبھی پسند نہ تھا
میرے پیچھے وہ کیوں پڑا ہے اب

ہے مری معذرت محبت سے
دل کو میں نے بھی کہہ دیا ہے اب

کوچۂ یار الوداع تجھ کو
تو مرے واسطے بُرا ہے اب

کتنے احسان تھے مرے اس پر
چھوڑ کر جو مجھے گیا ہے اب

اس کے ہاتھوں پہ سج چکی ہے حنا
ہم نے بھی گھر بسا لیا ہے اب

کب ہیں کھل کے نعیم روئے ہم
نیند بھی آنکھ سے جُدا ہے اب

☆☆☆

ماہنامہ
آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

غزل (عائشہ ظفر)

ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے ڈر جاتی ہوں
اب نئے دوست بناتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

بیتی باتوں کے شرارے نہ بھڑک جائیں کہیں
اس لیے راکھ ہٹاتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

شام ہوتے ہی ستاتی ہے مجھے گھر کی کمی
راہ میں شام بِتاتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

پیڑ کے سائے تلے بیٹھ تو جاتی ہوں مگر
پیڑ کو حال سناتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

پھول کے ساتھ ہی کانٹے بھی ہوا کرتے ہیں
پھول جوڑے میں سجاتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

وہ تو کہتا ہے سدا میں ہی رہوں گی اس میں
پھر بھی میں گھر کو بناتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

ہجر زادوں کو میں دیکھوں تو یہ دل دکھتا ہے
ان کا غم عاشی بٹاتے ہوئے ڈر جاتی ہوں

☆☆☆

مدیرہ: دعا علی

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

ماہنامہ
آن لائن میگزین اینڈ بکس

نظم (مونا سید)

جن شوخ سے رنگوں میں ترا پیار بسا ہے
وہ رنگ تصور کو میرے بھانے لگے ہیں
ہولے سے میری آنکھوں کے
کچھ نرم خیالات
وادی میں تمناؤں کی لے جانے لگے ہیں
ہاتھوں پہ ترے ہاتھوں کا
چاہت بھرا احساس
سوئے ہوئے جذبوں کو بھلا لگنے لگا ہے
خوابوں میں مقدس سا وہ دھندلا سا جزیرہ
چادر سی بچھائے ہوئے
اک چاندنی جیسے یخ بستہ فضائیں

مجھے مدہوش سا کر دے
خاموش ہوائیں، آنچل کو اڑائیں
اک پیار بھری دھن میں
مانوس سے الفاظ کی اک آگ جلائیں
احساس پرندہ کہیں اطراف میں
منڈلائے
اور نرم سبک دھوپ
آنکھوں کے کواڑوں سے جو
دل میں اتر آئے
چاہوں کہ تجھے پالوں مگر کیسے بتاؤں
بے درد سماجوں کے یہ بندھن

بے شکل اصولوں سے بنائے گئے خنجر
چاہت کو کہیں قتل نہ کر جائیں
دل سوچ کے گھبرائے
کب جانے ہمیں خوف سے چھٹکارا ملے گا
سوچوں کہ ترے ساتھ
اک ایسی محبت بھری دنیا میں نہ
بس جائیں؟
دنیا یہ کبھی چاہ کے بھی ڈھونڈ نہ پائے
یہ جسم کُجا سایہ بھی پھر ہاتھ نہ آئے
پھر چاہے جو ہو جائے

☆☆☆

غزل (اشفاق رانا)

وہ اوڑھ کر کسی غم کا لباس بیٹھے ہیں
کہ مسکرا تو دیے پر اداس بیٹھے ہیں

خلیج کتنی ہے حائل انھوں میں ، مت پوچھو
کہ دیکھنے میں بظاہر جو پاس بیٹھے ہیں

ملی تھی کتنی خوشی خوش فہم رہے جب تک
ہم آزما کے انھیں اب اداس بیٹھے ہیں

شکستہ گھر کو بچائیں کہ سوکھی فصلوں کو
دعائیں ابر کی کر کے ہراس بیٹھے ہیں

یہ سوچ کر کہ سمندر کا ہے سفر کرنا
سجا کے جب سے وہ ہونٹوں پہ پیاس بیٹھے ہیں

فضائے درد و الم اب اثر نہیں کرتی
ہم اپنی آنکھ کے آنسو نکاس بیٹھے ہیں

جو پُر سکوں تمھیں اشفاق آرہے ہیں نظر
نکال کر ابھی مجھ پر بھڑاس بیٹھے ہیں

☆☆☆

غزل (ثقلین جعفری)

میں اس وحشت سے اب مرنے لگا ہوں

در و دیوار سے ڈرنے لگا ہوں

لگی ہے آگ نفرت کی جہاں میں

دھواں سینے میں اب بھرنے لگا ہوں

کوئی تو روک لے ان شورشوں کو

میں اپنا حوصلہ ہرنے لگا ہوں

وہ جتنے خواب تھے آنکھوں میں میری

انھیں اب دفن میں کرنے لگا ہوں

اگر ثقلین یہ ہے زندگانی

تو اس جینے سے میں ڈرنے لگا ہوں

☆☆☆

ماہنامہ

آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم وہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 62
اگست 2023

مدیرہ: دعا علی

غزل (اختر چیمہ)

بے سبب آپ نہ گر زخم جدائی دیتے
ہم بھرے شہر میں تنہا نہ دکھائی دیتے

جتنے احباب تھے شامل تھے عدو کی صف میں
ایسے عالم میں کسے اپنی صفائی دیتے

پیش آتے نہ حوادث تو کہاں ممکن تھا
آستینوں میں چھپے سانپ دکھائی دیتے

وہ مری آنکھ کے تنکے کا اڑاتے نہ مذاق
اپنی آنکھوں کے جو شہتیر دکھائی دیتے

عدل و انصاف کا اس شہر میں عالم یہ ہے
تیر کھا کر بھی نہیں لوگ دہائی دیتے

انگلیاں ہم پہ اٹھاتے تھے ترے شہر کے لوگ
دودھ کا کون دھلا تھا کہ صفائی دیتے

روبرو ظلِ الٰہی جو کہے کلمۂ حق
ایسے قیدی کو نہیں جلد رہائی دیتے

زندگی اپنی سہولت سے گزر سکتی تھی
دلربا لوگ نہ گر داغِ جدائی دیتے

☆☆☆

غزل (عبدالعزیز عزیز)

زندگی جستجو کا مظہر ہو
آنکھ دریا تو دل سمندر ہو
لوگ فریاد کیوں نہیں سنتے
شہر کا شہر جیسے پتھر ہو
دیپ جلتے ہوں جس میں چاہت کے
دل میں ایسا وفا کا مندر ہو
وصل کی شب طویل ہوجائے
ہر گھڑی سال کے برابر ہو

ہر گھڑی سال کے برابر ہو
ہم کہیں بھیڑ میں جو کھو جائیں
کیا عجب زندگی کا منظر ہو
ساتھ تیرا ہی بس مرے ہمسدم
عمر بھر کے لیے میسر ہو
چٹھیاں یار کی جو لے آئے
میرا قاصد کوئی کبوتر ہو

☆☆☆

غزل (ساحرہ صحرا)

مجھے کیا ہُوا ؟ نہیں کچھ خبر ,نہ اِدھر سکوں نہ اُدھر اَماں
بڑی بے کَلی سی ہے آجکل، نہ چُھپا سکوں نہ کروں عیاں

کبھی در بدر پھروں رات بھر کبھی کو بہ کو کڑی دھوپ میں
نہ سفر میں ہوں نہ قیام میں ، نہیں گھر مرا، نہ ہوں لامکاں

مرے پاس آ، مرے چارہ گر! تجھے زخم دل کے دِکھا سکوں
یہ جو تار تار ہے روح دیکھ ، جِگر پڑا ہے لہو لُہاں

دل غمزدہ! تو کہے ابھی تو میں نوچ لوں مری چشمِ نم
نہ ہی خواب ہوں، نہ ہوں کرچیاں، نہ ہو دردِ دل کا کوئی نشاں

نہ سَتا مجھے اسے بھول جا ،دلا! کیوں بنا ہے مرا عدو؟
ذرا سانس لے ،نہ قرار کھو، کہ ہے اس میں جان کا بھی زیاں

☆☆☆